

حضرت علی علیہ السلام کے ممتاز اخلاق کے چند نمونے

<?xml encoding="UTF-8">

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا واسطہ بننا

ایک دفعہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کھجوروں کی دکان سے گزرے ، اچانک ایک کنیز کو روتے ہوئے دیکھا تو اس سے سوال کیا: تو کیوں روتی ہے؟ اس نے کہا: میرے آقا نے مجھے ایک درہم دیکر کھجور خریدنے کے لئے بھیجا تھا، میں نے اس شخص سے کھجور خریدے اور اپنے آقا کی خدمت میں لے گئی، لیکن اس کو پسند نہیں آئے اور اس نے مجھے واپس کرنے کے لئے بھیجا ہے لیکن یہ شخص واپس نہیں کرتا ہے۔ امام علیہ السلام نے دکان والے سے کہا: اے بندہ خدا! یہ ایک خادمہ ہے اور اس کا کوئی اختیار نہیں ہے، اس کا درہم واپس کردے اور کھجور واپس لے لے، (یہ سن کر) کھجور بیچنے والا اپنی جگہ کھڑا ہوا اور اس نے آپ کو گھونسا مارا۔

(یہ دیکھ کر وہاں موجود) لوگوں نے کہا: (یہ تو نے کیا کیا) یہ امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں؟ یہ سن کر وہ دکان والا لمبے لمبے سانس لینے لگا اور اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا، اور اس نے کنیز سے کھجور واپس لئے اور اس کو درہم لوٹا دیا اس کے بعد اس نے کہا: یا امیر المؤمنین! (مجھے معاف کردیں) اور مجھ سے راضی ہو جائیں، حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: اس سے زیادہ اور کون سی چیز مجھے راضی کرسکتی ہے کہ تو نے اپنی اصلاح کر لی ہے؟ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

”میں اس صورت میں تجھ سے راضی ہوتا ہوں کہ تو تمام لوگوں کے حقوق کو مکمل طور پر ادا کردے۔“ [1]

بہترین بخشش

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے لبید بن عطار تمیمی (کچھ باتوں کے کہنے کی وجہ سے) گرفتار کرنے کے لئے اپنے کارندوں کو بھیجا، کارندے بنی اسد (کی گلی) سے گزر رہے تھے کہ نعیم بن دجاجہ اسدی اٹھا اور لبید کو کارندوں کے ہاتھوں سے چھڑا دیا (اور وہ بھاگ نکلا) حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے نعیم بن دجاجہ کی گرفتاری کے لئے کچھ کارندوں کو بھیجا ، جب وہ لایا گیا تو امام علیہ السلام نے اس کی تنبیہ کا حکم دیا، اس موقع پر نعیم کہتا ہے: جی ہاں، خدا کی قسم آپ کے ساتھ رہنا خواری اور ذلت ہے اور آپ سے دوری اختیار کرنا کفر ہے! امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کردیا، اور خداوند عالم فرماتا ہے:

”اور آپ بُرائی کو اچھائی کے ذریعہ رفع کیجئے۔“ [2]

لیکن تیرا یہ کہنا کہ ”آپ کے ساتھ رہنا ذلت ہے“، یہ ایک بُرا کام ہے جس کو تو نے انجام دیا، لیکن تیرا یہ کہنا کہ ”آپ سے جدائی کفر ہے“، ایک نیکی ہے جس کو تو نے انجام دیا ہے، پس یہ اس کے بدلے میں۔ [3]

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے کچھ کاموں کی وجہ سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے، وہاں ایک اعرابی کو دیکھا جو خانہ کعبہ کے پردے میں لٹکا ہوا کہہ رہا ہے: اے گھر کے مالک! گھر تیرا گھر ہے، اور مہمان تیرا مہمان ہے، میزبان اپنے مہمان کی خاطر داری کے لئے کچھ سامان مہیا کرتا ہے، آج میری مہمانداری میں میرے گناہوں کی بخشش فرمادے!

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تم اس اعرابی کی باتوں کو نہیں سن رہے ہو؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، خداوند عالم اس سے زیادہ کریم ہے کہ اس کا مہمان اس کی بارگاہ سے خالی ہاتھ واپس لوٹ جائے!

جب دوسری رات ہوئی اس کو اسی رکن میں لٹکا ہوا دیکھا جو کہہ رہا تھا: اے عزیز، اپنی عزت میں! تجھ سے زیادہ عزیز تیری عزت میں نہیں ہے، تجھے تیری عزت کا واسطہ! مجھے اپنی عزت کے ذریعہ عزیز قرار دے، جس کو کوئی نہیں جانتا کہ وہ عزت کیا ہے! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تجھ سے توسل کرتا ہوں بحق محمد و آل محمد، مجھے وہ چیز عطا کر دے کہ تیرے علاوہ کوئی بھی وہ چیز عطا نہیں کرسکتا، اور مجھ سے اس چیز کو دور کر دے کہ تیرے علاوہ کوئی دور نہیں کرسکتا۔

راوی کہتا ہے: حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: خدا کی قسم! یہ جملے خدا کے عظیم نام ہیں جو سریانی زبان میں ہیں۔

میرے حبیب رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے مجھے خبر دی ہے کہ اس رات اس عرب نے خدا سے بہشت کی درخواست کی، اور خدا نے اس کو عطا کردی، اور آتش دوزخ سے نجات چاہی اور اس کو آتش جہنم سے نجات مل گئی ہے!

جب تیسری رات ہوئی تو اس کو اسی رکن میں لٹکا ہوا دیکھا جو کہہ رہا ہے: اے خدا جس کو کوئی جگہ احاطہ نہیں کرسکتی اور کوئی بھی جگہ اس سے خالی نہیں ہے اور وہ کیفیت نہیں رکھتا، اس عرب کو چار ہزار روزی عطا فرما۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام آگے بڑھے اور فرمایا: اے عرب! تو نے خداوند عالم کی مہمان نوازی چاہی، تیری مہمان نوازی کردی، جنت کی درخواست کی، تجھے عطا کردی، آتش جہنم سے نجات چاہی تجھے نجات مل گئی، آج اس سے چار ہزار کی درخواست کرتا ہے؟

اس عرب نے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں علی بن ابی طالب ہوں، عرب نے کہا: خدا کی قسم! آپ ہی میرے مطلوب و مقصود ہیں آپ کے ہاتھوں میری حاجت روائی ہوگی، امام علیہ السلام نے فرمایا: اے اعرابی! سوال کر، اس عرب نے کہا: ایک ہزار درہم، مہر کے لئے چاہتا ہوں، ایک ہزار درہم اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے، ایک ہزار درہم، مکان خریدنے کے لئے اور ایک ہزار درہم اپنے زندگی کے خرچ کے لئے، امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عرب! تو نے اپنی درخواست میں انصاف سے کام لیا ہے، جب مکہ سے روانہ ہو تو مدینہ رسول میں آنا اور وہاں ہمارا مکان معلوم کر کے آجانا۔

عرب ایک ہفتہ تک مکہ میں رہا اور پھر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی تلاش میں مدینہ منورہ آیا، اور لوگوں سے سوال کیا: کون ہے جو مجھے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے مکان کا راستہ بتائے، بچوں کے درمیان حضرت حسین بن علی علیہ السلام نے جواب دیا: میں تجھے امیر المؤمنین علیہ السلام کے مکان پر لے

جاتا ہوں، میں ان کا فرزند حسین بن علی ہوں، عرب نے کہا: بہت اچھا، آپ کے والد گرامی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: امیر المؤمنین علی بن ابی طالب، اس نے سوال کیا: آپ کی والدہ گرامی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: فاطمہ زہرا سیدۃ النساء العالمین، اس نے کہا؟ آپ کے جدّ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب، اس نے کہا: آپ کی جدّہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: خدیجہ بن خویلد، اس نے کہا: تمہارے بھائی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ابو محمد حسن بن علی، اس عرب نے کہا: تم نے پوری دنیا کو حاصل کر لیا ہے! جاؤ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: جس اعرابی کی آپ نے مکہ میں حاجت پوری کرنے کی ضمانت دی تھی وہ آپ کے دروازہ پر کھڑا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام بیت الشرف میں داخل ہوئے اور فرمایا: والد گرامی! وہ اعرابی جس کو آپ نے مکہ میں وعدہ کیا تھا وہ دروازہ پر کھڑا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا: کیا کچھ کھانا موجود ہے جو اس اعرابی کو کھلا دیا جائے؟ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: نہیں، (کچھ بھی نہیں ہے) علی علیہ السلام نے اپنا لباس زیب تن کیا اور بیت الشرف سے باہر آئے اور فرمایا: ابو عبد اللہ سلمان فارسی کو بلاؤ۔ چنانچہ جب سلمان آگئے تو ان سے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے ہمارے لئے جو باغ لگایا ہے اس کو فروخت کر ڈالو۔

چنانچہ جناب سلمان بازار گئے اور اس باغ کو بارہ ہزار درہم میں فروخت کر دیا، حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اعرابی کو دینے کے لئے پیسہ تیار کیا، اور چار ہزار درہم اس کی ضرورت کے برطرف کرنے کے لئے اور چالیس درہم اس کے خرچ کے لئے ادا کئے۔

حضرت علی علیہ السلام کی عطا و بخشش کی خبر مدینہ کے غریبوں تک (بھی) پہنچی، وہ بھی حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے۔

انصار کا ایک شخص حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بیت الشرف گیا اور اس نے آپ کو خبر دی، بی بی نے فرمایا: خداوند عالم! تجھے راستہ چلنے کا ثواب عطا کرے۔

حضرت علی علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اور درہموں کو اپنے سامنے رکھا ہوا تھا، یہاں تک کہ آپ کے اصحاب بھی جمع ہو گئے اور ایک ایک مٹھی بھر کر غریبوں کو دیتے رہے یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔۔۔[4]!

کریمانہ بخشش

جنگ جمل کے خاتمہ کے بعد طلحہ کے بیٹے (موسیٰ بن طلحہ) کو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا، امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تین بار کہو: "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوبُ اِلَيْهِ"، اور پھر اس کو آزاد کر دیا اور فرمایا: جہاں جانا چاہو چلے جاؤ، اور لشکر گاہ میں اسلحہ، سواری اور جو چیزیں تمہیں مل جائیں ان کو لے لو، اور اپنی مستقبل کی زندگی میں خدا کا پاس و لحاظ رکھو اور گھر میں رہو۔[5]

یتیموں پر والہانہ توجہ

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا وجود مبارک حالانکہ ملک اور عوام کے حالات سے باخبر تھا مخصوصاً

یتیموں، بیواؤں، غریبوں اور محتاجوں سے پل بھر کے لئے بھی غافل نہیں ہوتے تھے، لیکن کبھی اپنی حکومت کے کارندوں اور امت اسلامیہ کو سبق دینے کے لئے ایک عام انسان کی طرح کام کیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے شانوں پر پانی کی مشک رکھے جا رہی ہے، آپ نے اس سے مشک لی اور اس عورت کی منزل تک پہنچا دی، اور پھر اس عورت کے حالات دریافت کئے، اس عورت نے کہا: علی بن ابی طالب نے میرے شوہر کو کسی سرحد پر بھیجا جو وہاں قتل ہو گیا، اب میرے یتیم بچے ہیں اور ان کے خرچ کے لئے بھی میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، اسی وجہ سے ضرورت کی ماری خود ہی کام کرنے پر مجبور ہوں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے بیت الشرف پلٹ آئے اور پوری رات پریشانی اور بے چینی کے عالم میں گزاری، جب صبح نمودار ہوئی، آپ نے کھانے پینے کا کچھ سامان لیا اور اس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، آپ کے بعض اصحاب نے کہا: لائے یہ بوجھ ہمیں دیدیجئے تاکہ ہم اس کے گھر تک پہنچا دیں، تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن میرا بوجھ کون اٹھائے گا؟

چنانچہ اس عورت کے گھر کے دروازے پر پہنچے، اور دق الباب کیا، اس عورت نے سوال کیا: کون ہے جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں وہی بندہ ہوں جس نے کل تمہاری پانی کی مشک تمہارے گھر تک پہنچائی تھی، دروازہ کھولو کہ میں بچوں کے لئے کھانے پینے کا سامان لایا ہوں، تو اس عورت نے کہا: خدا تم سے خوش رہے، اور میرے اور علی کے درمیان فیصلہ کرے!

امیر المؤمنین علیہ السلام اس کے مکان میں وارد ہوئے اور فرمایا: میں تمہاری مدد کر کے ثواب الہی حاصل کرنا چاہتا ہوں، میروٹی بنانے اور بچوں کو بھلانے میں سے ایک کام میرے حوالہ کردو، اس عورت نے کہا: روٹیاں بنانے کی میری عادت ہے اور اچھی روٹیاں بنا سکتی ہوں، لہذا آپ بچوں کو بھلائیں، تاکہ میں آرام سے روٹیاں بنا سکوں۔

وہ عورت کہتی ہے: میں نے آٹے کی روٹی بنانا شروع کی اور علی (علیہ السلام) نے گوشت بنانا شروع کیا، اور گوشت اور خرما بچوں کو کھلانے لگے، جب بھی بچے لقمہ کھاتے تھے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام بچوں سے فرماتے تھے: میرے بیٹو! علی کی وجہ سے تم پر جو مصیبت پڑی ہے، ان کو معاف کردینا! جب آٹا گندھ گیا تو اس عورت نے کہا: اے بندہ خدا! تنور روشن کرو، حضرت علی علیہ السلام تنور کی طرف گئے اور اس کو روشن کیا، اور جب تنور سے شعلہ نکلنے لگے تو اپنے چہرے کو اس کے نزدیک لے گئے تاکہ اس کی حرارت آپ کے چہرے تک پہنچے، اور فرماتے جاتے تھے: اے علی! بیواؤں اور یتیم بچوں کے حق سے غافل ہونے کا احتمال دینے والے کی جزا آگ کی حرارت ہے۔

ناگہاں (پڑوس کی) ایک عورت آئی اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھ کر پہچان لیا اور ان بچوں کی ماں سے کہا: وائے ہو تجھ پر! یہ تو امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں، یہ سن کر وہ عورت آپ کی طرف دوڑی اور وہ مسلسل کہتی جاتی تھی: یا امیر المؤمنین! میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں! حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: اے کنیز خدا! میں تجھ سے زیادہ شرمندہ ہوں کہ تیرے حق میں کوتاہی کی ہے۔ [6]

اپنے (سامان کا) بوجھ خود اٹھانا

حضرت علی علیہ السلام نے شہر کوفہ کے بازار سے کھجور خریدے اور ان کو عبا کے دامن میں رکھ کر گھر کی طرف روانہ ہوئے، اصحاب نے اس بھاری بوجھ کو آپ سے لینا چاہا اور کہا: یا امیر المؤمنین! یہ بوجھ ہم اٹھاتے ہیں، امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنے اہل و عیال کا بوجھ اٹھانے کے لئے خود گھر کا مالک زیادہ مناسب ہے۔ [7]

پانچ موقع پر پا برہنہ چلنا

زید بن علی کہتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ پانچ موقع پر پا برہنہ چلتے تھے اور اپنی نعلین مبارک کو بائیں ہاتھ میں رکھتے تھے، روز عید فطر، روز عید قربان، روز جمعہ، بیمار کی عیادت کے لئے اور جنازہ کے ساتھ چلتے وقت، اور آپ فرماتے تھے: یہ پانچ مقام خدا کے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان مقامات پر پا برہنہ رہوں۔ [8]

بازار میں حضرت علی علیہ السلام کا اخلاق

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ہمیشہ بازار میں اکیلے جاتے تھے اور سرگرداں افراد کو ان کی منزل کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے اور کمزوروں کی مدد کیا کرتے تھے اور جب دکان والوں اور بقالوں کی طرف سے گزرتے تھے تو قرآن پڑھتے تھے اور اس آیت کی تلاوت کیا کرتے تھے: [9]

> تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ < [10]

”وہ دار آخرت ہے جسے ہم ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو زمین میں بلندی اور فساد کے طلبگار نہیں ہوتے ہیں اور عاقبت تو صرف صاحبان تقویٰ کے لئے ہے۔“

پیدل چلنے والے سواری پر چلنے والے کے ساتھ نہ چلیں

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ایک سواری پر سوار اپنے اصحاب کے درمیان پہنچے، اور جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو اصحاب آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے، امام علیہ السلام نے ان کی طرف رخ کر کے فرمایا: کیا کوئی حاجت ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، یا امیر المؤمنین! ہم تو آپ کے ساتھ چلنے کے مشتاق ہیں، آپ نے فرمایا: سوار کے ساتھ پیدل چلنا، سوار کے فساد اور پیدل چلنے والوں کی ذلت و خواری کا سبب ہوتا ہے۔ [11]

ایک یہودی کا مسلمان ہونا

جب امام علی علیہ السلام کی حکومت کا زمانہ تھا اور قضاوت کا منصب شریح کے پاس تھا، امام علیہ السلام ایک یہودی کے ساتھ عدالت میں آئے تاکہ شریح آپ کے اور اس یہودی کے درمیان فیصلہ کرے، آپ نے عدالت میں آنے کے بعد یہودی سے فرمایا: یہ زہ جو تیرے ہاتھ میں ہے، میری ہے، میں نے نہ اس کو فروخت کیا ہے اور نہ بخشا ہے، یہودی نے کہا: زہ میری ملکیت میں اور میرے اختیار میں ہے۔

شریح نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے شاہد اور گواہ طلب کئے، حضرت نے فرمایا: یہ قنبر اور حسین (علیہ السلام) گواہی دیتے ہیں کہ زہ میری ہے، شریح نے کہا: بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں ہے اور غلام کی گواہی آقا کے حق میں مقبول نہیں ہے، کیونکہ یہ دونوں آپ کے فائدہ کی بات کریں گے! حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: اے شریح! وائے ہو تجھ پر! تو نے چند لحاظ سے خطا کی ہے، تیری پہلی خطا یہ ہے کہ میں تیرا امام ہوں، تو میرے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے خدا کی اطاعت کرتا ہے اور تو جانتا ہے کہ میں کبھی حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا، لیکن پھر بھی تو نے میری بات کو ردّ کردی اور میرے دعوے کو جھٹلادیا! تیری دوسری غلطی یہ ہے کہ تو نے قنبر اور حسین (علیہ السلام) کے خلاف یہ دعویٰ کیا کہ یہ تو آپ کے فائدے میں گواہی دیں گے! تو نے جو میرے و قنبراور حسین (علیہ السلام) کے دعوے کو جھٹلایا اس کی کوئی سزا نہیں دیتا مگر یہ کہ تین دن تک یہودیوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ اور پھر شریح کو یہودی علاقہ میں بھیج دیا اور اس نے تین دن تک یہودی بستی میں فیصلے کئے اور پھر اپنے اصلی مقام کی طرف پلٹ آیا۔

جب اس یہودی نے اس واقعہ کو سنا کہ حضرت علی علیہ السلام نے گواہوں کے باوجود بھی اپنی قدرت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا اور قاضی نے آپ کے خلاف فیصلہ سنا دیا، تو اس یہودی نے کہا: تعجب ہے کہ یہ امیر المؤمنین (علیہ السلام) ہیں جو قاضی کے پاس گئے اور قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ کر دیا! تو وہ یہودی مسلمان ہو گیا، اور پھر اس نے کہا: یہ زرہ امیر المؤمنین (علیہ السلام) کی ہے جو جنگ صفین میں آپ کے سیاہ و سفید گھوڑے سے زمین پر گر گئی تھی جس کو میں نے اٹھا لیا تھا۔ [12]

[1] مناقب، ج ۲، ص ۱۱۲؛ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۴۸، باب ۱۰۴، حدیث ۱۔

[2]، سورہ مومنون (۲۳)، آیت ۹۶۔

[3] اصول کافی، ج ۷، ص ۲۶۸، باب النوادر، حدیث ۴۰؛ مناقب، ج ۲، ص ۱۱۳؛ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۴۹، باب ۱۰۴، حدیث ۱؛ امالی، صدوق، مجلس نمبر ۵۸، حدیث ۶۔

[4] امالی، صدوق، ص ۴۶۷، مجلس ۷۱، حدیث ۱۰؛ روضة الواعظین، ج ۱، ص ۱۲۴؛ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۴۴، باب ۱۰۳، حدیث ۱۔

[5] مناقب، ج ۲، ص ۱۱۴؛ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۵۰، باب ۱۰۴، حدیث ۲۔

[6] مناقب، ج ۲، ص ۱۱۵؛ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۵۱، باب ۱۰۴، حدیث ۲۔

[7] بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۵۴، باب ۱۰۵، حدیث ۱۔

[8] مناقب، ج ۲، ص ۱۰۴؛ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۵۴، حدیث ۱۔

[9] مناقب، ج ۲، ص ۱۰۴؛ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۵۴، باب ۱۰۵، حدیث ۱۔

[10] سورہ قصص (۲۸)، آیت ۸۳۔

[11] المحاسن، ج ۲، ص ۶۲۹، باب ۱۲، حدیث ۱۰۴؛ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۵۵، باب ۱۰۵، حدیث ۲۔

[12] حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۱۳۹؛ مناقب، ج ۲، ص ۱۰۵۔